سپنوں کی وادی

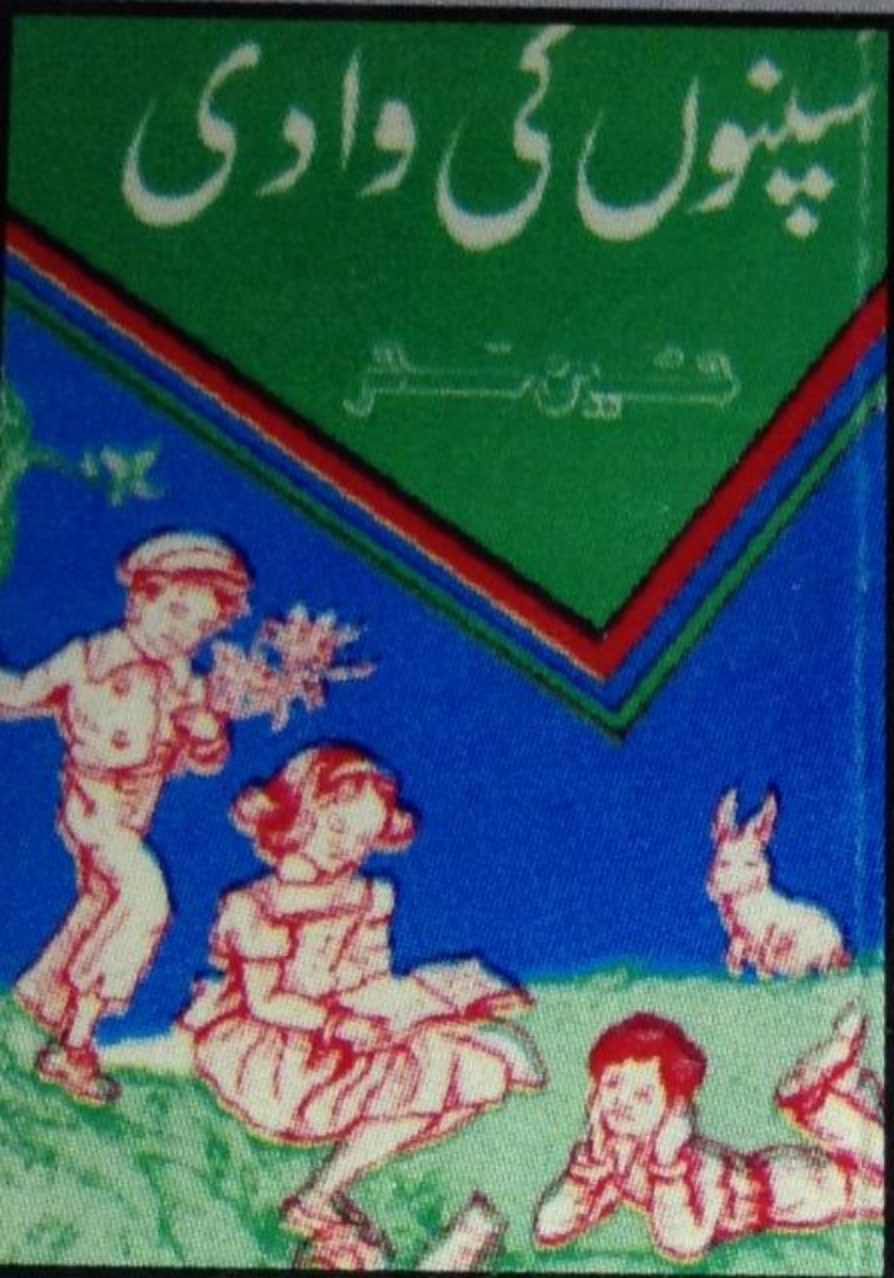

سپنوں کی وادی

(بچوں کے لیے کہانیاں)

حسین سحر

سحر سنز.....ملتان

ضابطہ

(جملہ حقوق محفوظ)

اشاعت اول:.....1990ء

اشاعت ثانی:.....2013ء

ناشر:.....سحر سنز۔ملتان

مطبع:.....عائکہ پرنٹرز ملتان

قیمت:.....-/50 روپے

ملنے کا پتہ

کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ

انتساب

شوذب حسن

اور

رمیشہ بتول کے نام

ترتیب

۱۔ سپنوں کی وادی

۲۔ سبز پرچم

۳۔ چاند سورج

۴۔ نقلی شہزادی

۵۔ عقلمند لکڑہارا

۶۔ پانچ سوال

۷۔ بیوقوف گیدڑ

۸۔ نیلی بلی

۹۔ چیکومیکو

۱۰۔ عجیب قالین

سپنوں کی وادی

امجد اور رضیہ اسکول کا کام کر کے نانی اماں سے جنوں اور پریوں کی کہانیاں سننے لگے ۔نانی اماں نے کہنا شروع کیا ۔ایک تھا شہزادہ ایک تھی پری ۔ایک تھا جن اور کچھ دیر بعد دنوں بہن بھائی نیند کی آغوش میں چلے گئے امجد کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اور رضیہ ایک بہت بڑے جزیرے میں گھوم رہے ہیں ۔دور سے وہ کوئی رنگوں کا جزیرہ معلوم ہوتا تھا ۔اس کی زمین ہلکی زرد آسمانی گلابی اور پانی کا رنگ بالکل سیاہ تھا ۔اونچے اونچے پہاڑوں کا رنگ گہرا نیلا اور کہیں کہیں سنہرا تھا۔

وہاں کے پھل پھول اور درخت سبز سرخ اور آسمانی رنگ میں عجب بہار دکھا رہے تھے ۔آسمان پر سورج چاند اور ستارے ایک ہی وقت میں روشن تھے ۔اور ان سے عجیب عجیب رنگ کی رشنیاں پھیل رہی تھیں ۔

ان رنگدار رشنیوں میں سے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد بڑی میٹھی اور سریلی آوازیں آرہی تھیں ۔امجد اور رضیہ ان خوبصورت نظاروں کی رنگینی میں کھوئے ہوئے تھے کہ ان کے پیچھے سے کچھ شور اٹھتا ہوا سنائی دیا انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رنگ برنگے لباس پہنے کئی خوفناک چہروں والے انسان ان کی طرف گھور گھور کر دیکھ رہے تھے ۔ان میں سے ہر ایک کی

ناک معمول سے زیادہ لمبی تھی ۔ایک شخص بہت بوڑھا اور لمبے قد کا تھا ۔غالباً وہ ان کا بادشاہ تھا ۔جو سب سے آگے آگے آرہا تھا ۔اس کی ناک تمام لوگوں سے زیادہ لمبی تھی ۔اتنی لمبی کہ دور سے ہاتھی کی سونڈ نظر آتی تھی ۔امجد اور رضیہ نے جب ان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو ڈر کے مارے ان کی چیخ نکل گئی ۔

"گھبراؤ نہیں ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے" سب سے لمبی ناک والے بوڑھے آدمی نے کہا ۔"اس ملک کا نام سپنوں کی وادی ہے ۔میں یہاں کا بادشاہ ہوں ۔اور یہ میری ملکہ ہے نندیا پری" نندیا پری بہت نازک اور خوبصورت پری تھی ۔مگر ناک اس کی بھی کچھ لمبی تھی ۔اس کے ہونٹوں سے میٹھے میٹھے راگ لوریاں بن کر ابھر رہے تھے ۔نندیا پری نے جب ان کی طرف دیکھا ۔تو رضیہ کو نیند سی آنے لگی اور قریب تھا کہ وہ لڑکھڑانے لگتی ۔مگر بادشاہ کے آدمیوں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا ۔اور یوں وہ ہوش میں آگئی ۔

بادشاہ نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ اور کہاں کے رہنے والے ہو" "میرا نام امجد ہے اور یہ میری بہین رضیہ ہے ۔ہم دونوں زمین کے رہنے والے ہیں" امجد نے جواب دیا

"زمین ۔ہم نہیں جانتے وہ کیا ہے؟ ٹھیک ٹھیک بتاؤ" بادشاہ نے ذرا زور سے کہا امجد نے جواب دیا "زمین ایک بہت بڑی جگہ ہے ۔جس میں جنگل ۔دریا، پہاڑ اور میدان ہیں ۔وہاں ہم ایسے انسان رہتے ہیں

اور "دیکھو ٹھیک ٹھیک بتاؤ ۔یہاں جھوٹ بولنا جرم ہے ۔تم دیکھتے نہیں کہ یہاں جو شخص جھوٹ بولتا ہے ۔اس کی ناک بڑھنے لگتی ہے" ۔بادشاہ نے کہا ۔

"مگر ہماری زمین پر تو لوگ رات دن جھوٹ بولتے ہیں اور ان کا بال تک بیکا نہیں

ہوتا' امجد نے کہا

ہم کچھ نہیں جانتے ۔صاف صاف بتاؤ زمین کا بادشاہ کون ہے؟'' بادشاہ نے پوچھا

رضیہ جواب تک خاموش کھڑی یہ سب باتیں سن رہی تھی ۔بولی 'جی وہاں پر ایک بادشاہ نہیں، مختلف علاقوں پر مختلف بادشاہ حکمران ہیں ۔جو اپنے اپنے علاقے پر اپنا سکہ چلاتے ہیں ۔''

بادشاہ اور ملکہ یہ سن کر مسکرائے اور دونوں کو ساتھ چلنے کو کہا۔امجد اور رضیہ ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہے تھے کہ نہ جانے ان کے ساتھ اب کیا سلوک ہو؟امجد نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

حضور! ہم نے اپنی زمین کے بارے میں بالکل سچ سچ آپ کو بتا دیا ہے ۔کیا آپ کو ہم پر یقین نہیں آیا؟''

''کیوں نہیں؟ مگر تم ہمارے ساتھ چلو' ملکہ نے کہا

اور ایک بار پھر دونوں کو نیند سی محسوس ہونے لگی ۔تھوڑی دیر بعد وہ ایک عالیشان محل میں تھے ۔بادشاہ اور ملکہ تخت پر بیٹھے اور درباری اپنی اپنی جگہ ادب سے کھڑے تھے ۔امجد اور رضیہ بھی انہی لوگوں میں تھے ۔کچھ دیر تو محل میں خاموشی رہی پھر بادشاہ اٹھا اور درباریوں سے یوں مخاطب ہوا۔

''بھائیو! ہم ایک مدت سے ایسے انسانوں کی تلاش میں تھے ۔جو جھوٹ سے بالکل پاک ہوں اور سچ بولتے ہوں ۔مگر ہمیں اس سلسلے میں آج تک کامیابی حاصل نہ ہو سکی ۔ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہمیں دو معصوم انسان مل گئے ہیں ۔جو سچ بولتے ہیں ۔اگر چہ یہ ابھی بچے

ہیں ۔مگر ہمیں ان پر بھروسہ ہے'' اس کے بعد بادشاہ اور ملکہ تخت سے نیچے اُتر آئے ۔اور انہوں نے امجد اور رضیہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ملکہ نے آگے بڑھ کر ان کے سروں پر دو تاج رکھ دیئے دونوں خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے ۔

درباریوں نے انہیں فرشی سلام کئے اور آگے بڑھ کر مبارک باد دی ۔نند یا پری نے ان سے درخواست کی کہ تا چپوشی کے بعد وہ عوام سے خطاب کریں ۔چنانچہ امجد اٹھا اور یوں تقریر کرنے لگا۔

برادران قوم! ہم لوگ زمین کے رہنے والے ہیں ۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ زمین بھی اتنی خوبصورت نہیں ۔جتنی آپ کی یہ وادی ہے ۔زمین کے لوگ کسی بات میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔وہ رات دن جھوٹ بولتے ہیں ۔مگر میں ۔میں نے آج تک جھوٹ نہیں بولا'' امجد کو خیال آیا کہ وہ جھوٹ کہہ گیا ہے ۔اس نے فوراً اپنی ناک پر ہاتھ لگا کر دیکھا ۔تو اسے اپنی ناک بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی ۔ساتھ ہی درباریوں کا شور بلند ہوا ۔جھوٹا ہے ۔جھوٹا ہے ۔اس کی ناک بڑھ رہی ہے ۔یہ تو ہم سے بھی جھوٹا ہے ۔پکڑ لو ۔جانے نہ پائے ۔'' رضیہ نے جب بھائی کے چہرے پر اتنی لمبی ناک دیکھی تو ڈر کے مارے اس کی چیخ نکل گئی ۔امجد بھی شور سن کر اور اپنی ناک دیکھ کر زور زور سے چیخنے لگا ۔بچاؤ ۔بچاؤ ۔

کیا ہوا بیٹا ؟ کوئی برا خواب تو نہیں دیکھا تم نے؟'' نانی اماں نے امجد کو پیار کرتے ہوئے پوچھا ۔امجد کی آنکھ کھل گئی ۔کچھ ۔کچھ نہیں نانی اماں'' اور دوسرے لمحے وہ پھر خراٹے لینے لگا۔

سبز پرچم

سول ڈیفنس کی خاکی وردی میں ارشد ایک شہزادہ دکھائی دے رہا تھا۔اس کا مسکراتا ہوا چہرہ معمول سے زیادہ روشن نظر آتا تھا۔اس کی شوخ آنکھوں میں شرارت کی جگہ اب ایک وقار اور سنجیدگی کی چمک تھی۔جس روز ہمسایہ ملک نے پاکستان پر حملہ کیا۔اس نے اسی دن سے سول ڈیفنس کی تربیت لینا شروع کر دی تھی اور اب چند ہی دنوں میں وہ ایک تربیت یافتہ رضا کار بن گیا تھا۔وہ سارا سارا دن ریڈیو کے نزدیک بیٹھا پروگرام سنتا رہتا۔جنگی ترانے تو اسے بہت ہی پسند تھے۔جونہی خطرے کا سائرن بجتا۔وہ اپنی چھوٹی بہن نجمہ اور امی کو محلے کی خندق میں چھوڑ کر خود گشت پر چلا جاتا۔

وارڈن پوسٹ میں اس نے رائفل چلانے کی تربیت بھی حاصل کر لی تھی۔نجمہ بھی قریبی گائیڈ ہاؤس میں فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ لے رہی تھی۔محلے کا ہر بچہ کھیل کود چھوڑ کر دفاعی فنڈ اکٹھا کرنے میں مصروف تھا۔''ایک پیسے میں ایک ٹینک'' اسکیم کے تحت اپنا اپنا جیب خرچ تمام بچے قوم کے لیے وقف کر رہے تھے۔جنگ کا محاذ اگرچہ شہر سے کافی دور تھا۔لیکن یوں محسوس ہوتا تھا۔جیسے جنگ شہر کے اندر ہی لڑی جا رہی ہے بچے بوڑھے مرد۔عورتیں سب اس جنگ میں شریک تھے۔نجمہ کی امی نے دفاعی فنڈ میں اپنے سونے کے کڑے دے دیئے۔اور ابو نے اپنی آدھی تنخواہ فنڈ میں دے دی۔ہسپتال میں زخمی مجاہدین کے لئے خون دینے والوں کا ہجوم تھا۔ہر

شخص کی خواہش تھی کہ اس کا خون قوم کے جیالے فرزندوں کے کام آئے۔ارشد بھی خون دینے کے لئے ہسپتال گیا۔مگر ڈاکٹر نے اس کے اصرار کے باوجود یہ کہہ کر اس کا خون لینے سے انکار کر دیا۔کہ وہ ابھی بچہ ہے۔اور خون دینے کے قابل نہیں۔ارشد کو کافی دیر تک اس ناکامی کا ملال رہا کہ وہ اپنے زخمی مجاہدوں کی کوئی مدد نہ کر سکا۔پھر اس نے سوچا کہ وہ اپنے طور پر اس جنگ میں حصہ لے گا۔جو اس کے اپنے شہر کے اندر لڑی جا رہی ہے۔چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا۔کہ وہ ایک رضا کار کی حیثیت سے اپنے محلے ہی میں قومی خدمت انجام دے گا

ایک شام وہ اور نجمہ ریڈیو سے خبریں سن رہے تھے۔نیوز ریڈر شکیل احمد پاکستانی مجاہدوں کی بہادری کے کارنامے ایک خاص جوش اور جذبے سے بیان کر رہے تھے۔نجمہ اور ارشد کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ بھی محاذ پر اپنے دلیر سپاہیوں کے ساتھ ساتھ پیارے وطن کی حفاظت کے لئے دشمن سے جنگ لڑ رہے ہیں۔دشمن کو ہر محاذ پر بُری طرح شکست ہو رہی تھی۔اور اب وہ شہری آبادیوں پر اندھا دھند بمباری کر کے اپنی شرمندگی مٹا رہا تھا۔ریڈیو سے اعلان ہوا کہ آج رات دشمن کے چھاتہ بردار جاسوس اترنے کا اندیشہ ہے۔اس لئے عوام کو چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہیے۔ارشد اور نجمہ نے جب یہ اعلان سُنا تو دونوں اپنے ابو کی رائفل لئے شام ہی سے گھر کی چھت پر چڑھ گئے۔اور دشمن کے پیراسوٹ کا انتظار کرنے لگے۔اتنے میں سائرن کی آواز آنے لگی۔ارشد جلدی جلدی وردی پہن کر وارڈن پوسٹ چلا گیا۔مگر نجمہ خندق میں جانے کی بجائے اوپر چھت پر ہی رائفل لئے بیٹھی رہی۔ایک گھنٹے بعد خطرہ ٹلنے کا سائرن ہوا تو ارشد واپس گھر آ گیا

''اری نجمہ!تم ابھی تک اوپر چھت پر بیٹھی ہو؟''

''ہاں بھیا! روز ریڈیو سے سنتے تھے کہ ہماری فوج نے دشمن کے اتنے جہاز مار گرائے آج سوچا چلو ایک آدھ جہاز ہم بھی مار گرائیں مگر وہ تو دشمن کی قسمت اچھی تھی کہ ادھر سے اس کا گزر ہی نہیں ہوا۔ ورنہ ''خیر چھوڑو۔ خطرہ تو ٹل گیا۔ مگر وہ دوسرا خطرہ تو ابھی باقی ہے۔ سنا ہے دشم کے چھاتہ بردار آج رات ضرور ادھر کہیں اُتریں گے۔ ہمیں بہر حال ہوشیار رہنا چاہئے''

''بھائی جان''

ہاں۔ کیا ہے؟''

''وہ دیکھئے۔ وہ سامنے۔ سفید سفید سی چیز کیا ہے؟''

''کہاں؟''

''وہ مسجد کے دائیں طرف''

''ہاں۔ مگر اس بلیک آؤٹ میں یہ سفیدی کیسی؟''

''کہیں یہی دشمن کا پیراشوٹ نہ ہو''

''ہاں۔ ہوسکتا ہے۔ رائفل مجھے دو اور خود نیچے چلی جاؤ''

''واہ بھیا! میں بھلا نیچے جا کر کیا کروں گی؟ میں تو آپ کے ساتھ ہی رہوں گی۔''

''اچھا بھئی۔ اب چُپ کھڑی رہو''

سفید دھبہ رات کی سیاہی میں ایک بڑے سے گول دائرے کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ وہ واقعی پیراشوٹ تھا۔ دشمن کا پیراشوٹ اب اتنا قریب تھا کہ ارشد اور نجمہ اسے آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔ ارشد نے رائفل کو مضبوطی سے تھاما۔ اس نے اس لمحے اپنے آپ میں ایک انجانی

سی قوت محسوس کی۔ اور نشانہ باندھ کر جلدی سے رائفل چلا دی۔ گولی عین نشانے پر لگی تھی۔ دوسرے لمحے وہ بڑا غبارہ پھٹ گیا اور چھاتہ بردار زمین کی طرف آنے لگا مگر اس اثنا میں دشمن کی طرف سے ایک گولی ارشد کی دائیں پنڈلی کو چھوتی ہوئی گزری۔ اس نے درد کی پرواہ کئے بغیر دوسری گولی چھاتہ بردار کا نشانہ لے کر چلائی۔ ایک خوفناک چیخ کے ساتھ وہ دھم سے زمین پر آ رہا۔

ارشد اور نجمہ ''وہ مارا'' کا نعرہ لگا کر چھت سے نیچے اترے اور سیدھے کھیتوں کی طرف چل دیئے جہاں چھاتہ بردار گر گیا تھا۔ دشمن فوج کا جاسوس اوندھے منہ خون میں لت پت پڑا تھا۔ ارشد کی پنڈلی زخمی ہو چکی تھی۔ مگر اسے درد کا کچھ احساس نہیں تھا۔ اپنی اس کامیابی پر بہن بھائی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ تو دونوں کی آنکھوں سے آنسو تھے۔ خوشی کے آنسو۔ کیونکہ انہوں نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ نجمہ کا سہارا لے کر ارشد واپس گھر آ رہا تھا۔ اس کے گھر کی چھت پر پاکستانی سبز پرچم پوری شان و شوکت سے لہرا رہا تھا۔ اور اس کا چاند تارا مُسکرا مُسکرا کر دونوں ننھے مجاہدوں کی بہادری کو خراج تحسین پیش کر رہا تھا۔

چاندسورج

بہت عرصہ ہوا۔کسی ملک پر آکاش نامی بادشاہ حکومت کرتا تھا۔اس کے دو بیٹے تھے ۔ایک کا نام چاند تھا۔اور دوسرے کا سورج،چاند بہت اچھے اخلاق کا مالک تھا۔ہر ایک سے ادب کے ساتھ پیش آتا مگر۔سورج بہت بداخلاق اور غصے والا تھا۔کسی سے سیدھے منہ بات نہ کرتا ۔ہر وقت لڑتا جھگڑتا رہتا۔جب آکاش بادشاہ بوڑھا ہوا تو وہ ہر وقت اسی فکر میں رہتا تھا۔ کہ دونوں بیٹوں میں سے کس کو اپنی جگہ دوں؟ ویسے بھی وہ دونوں بھائی جڑواں تھے ۔نہ کوئی چھوٹا تھا اور نہ بڑا۔اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو اس نے اپنے وزیر سے مشورہ کیا۔

وزیر بہت نیک اور عقلمند تھا۔اس نے بادشاہ کو جواب دیا

''جہاں پناہ! آپ ایسا کریں کہ دونوں شہزادوں کا مقابلہ کرائیں۔ان میں سے جو بھی کوئی بڑا کام کر کے دکھائے اپنی جگہ اسے دے دیں''

بادشاہ کو وزیر کی یہ تجویز پسند آئی ۔چنانچہ ایک دن اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہا ۔پیارے بیٹو! میں چاہتا ہوں کہ تم کوئی بڑا کام کر کے دکھاؤ۔تم میں سے جس کا کام زیادہ شاندار ہوا میں اپنی جگہ تخت پر اسے بٹھادوں گا۔''

دوسرے دن ہی سورج شہزادہ اپنے ساتھ بہت سی فوج لے کر روانہ ہو گیا۔وہ جس

طرف سے بھی گزرا کھیتیاں اجاڑتا چلا گیا۔اس نے کتنی ہی بستیاں برباد کر دیں۔چلتے چلتے آخر وہ ایک جنگل میں پہنچ گیا۔وہاں اسے ایک جھونپڑی دکھائی دی۔وہ بے دھڑک اندر چلا گیا ۔اندر اس نے دیکھا کہ ایک فقیر عبادت کر رہا ہے۔بدمزاج اور مغرور شہزادے نے جاتے ہی اسے ایک ٹھوکر ماری۔فقیر نے درد سے بے چین ہو کر کہا۔

''اوظالم!اب تیری ٹانگ گئی''اور یہ کہہ کر فقیر غائب ہو گیا۔اب چاہئے تو یہ تھا کہ شہزادہ اپنے گناہ کی معافی مانگتا۔اور توبہ کرتا۔مگر اس نے کچھ پروانہ کی اور آگے چل پڑا۔

اُدھر چاند شہزادے کا حال سُنئے !اس نے معمولی لباس پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلا ہی ایک طرف کو چل پڑا۔اس نے سوچا اگر دوسروں کی مدد سے کوئی بڑا کام کیا تو اپنی کیا بہادری ہوئی۔

چلتے چلتے چاند شہزادہ بھی ایک جنگل میں پہنچ گیا ایک جگہ اس نے ایک بوڑھے کسان کو دیکھا جو فصل بونے کے لئے کدال سے زمین کھود رہا تھا۔وہ چونکہ بہت بوڑھا اور کمزور تھا۔ اس لئے یہ کام بڑی مشکل سے کر رہا تھا۔شہزادہ اس کے پاس پہنچ کر رک گیا۔اور محبت بھری آواز میں اس نے پوچھا۔''باباجی! کیا آپ کے پاس ہل اور بیل نہیں۔جو یوں تکلیف اٹھا رہے ہیں؟''

بوڑھے نے رُک کر شہزادے کی طرف غور سے دیکھا اور پھر کہا۔''بیٹا! ہل اور بیل میرے پاس تھے تو سہی۔لیکن ایک بیل کے مرجانے سے ہل بھی بیکار ہو گیا۔اور دوسرا بیل بھی۔ اور اب میں مجبور ہو کر کدال سے ہی اپنا کھیت تیار کر رہا ہوں۔''

بوڑھے کی بات سُن کر چاند شہزادہ کچھ دیر سوچتا رہا۔پھر خوش ہو کر بولا

''بابا جی !اگر میں اپنا گھوڑا آپ کو دے دوں تو کیا آپ لے لیں گے؟میرا خیال ہے میرا گھوڑا آپ کا ہل اچھی طرح کھینچ سکے گا''اس پر بوڑھے نے جواب دیا''یہ تو ٹھیک ہے بیٹا! لیکن تم مسافر معلوم ہوتے ہو۔گھوڑا مجھے دے دو گے تو خود سفر کس طرح کرو گے''؟شہزادہ گھوڑے سے نیچے اترتے ہوئے بولا۔''بابا جی! آپ اس کی فکر نہ کریں۔میں اپنے لئے کوئی نہ کوئی بندوبست کرلوں گا''یہ کہہ کر اس نے گھوڑا بوڑھے کسان کے حوالے کیا اور چل پڑا۔

آکاش بادشاہ نے دونوں شہزادوں کے لئے ایک مہینے کی مدت مقرر کی تھی۔ایک مہینے بعد دونوں شہزادے آئے۔تو ان کی حالت یہ تھی کہ سورج شہزادہ اپنے ساتھ بہت سے قیدی اور مال و دولت لایا تھا۔مگر کسی لڑائی میں اس کی ٹانگ کٹ گئی تھی۔اور اب وہ بیساکھیوں کے سہارے چل رہا تھا۔دوسری طرف چاند شہزادہ پہلے سے بھی زیادہ صحت مند اور خوبصورت نظر آرہا تھا۔دیہاتوں اور جنگلوں میں گھومنے پھرنے سے اس کی صحت بہت اچھی ہوگئی تھی۔لیکن وہ تھا خالی ہاتھ۔وہ اپنے ساتھ کچھ لانے کی بجائے اپنا گھوڑا بھی کسان کو دے آیا تھا۔آکاش بادشاہ نے خاص دربار لگا کر دونوں شہزاوں کو اپنے اپنے کارنامے بیان کرنے کو کہا۔

سورج شہزادے نے بڑی شیخی سے اپنی بہادری کے قصے سُنائے۔اور پھر بڑے فخر سے کہا۔ابا جان!میں پڑوسی ملک کا بہت سا علاقہ فتح کر کے آیا ہوں۔اس کی باتیں سن کر بادشاہ نے چاند شہزادے سے کہا۔''اب تم اپنا کارنامہ بیان کرو''!چاند شہزادے نے دکھ بھری آواز میں کہا۔''ابا جان!میں گھر سے تو یہی ارادہ لے کر نکلا تھا کہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دوں گا۔لیکن جب گھر سے باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہزاروں انسان بہت تکلیف اور مصیبت کی زندگی گزار رہے ہیں۔یہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔اور میں بس ان کی مدد ہی کرتا رہا۔کوئی بڑا کارنامہ انجام

دینے کی فرصت ہی نہیں ملی۔''پھر شہزادے نے بوڑھے کسان کو اپنا گھوڑا دینے کا واقعہ بیان کیا۔

چاند شہزادے کی یہ باتیں سن کر آکاش بادشاہ تخت سے نیچے اتر آیا اور اسے گلے لگاتے ہوئے بولا۔''بیٹا!یقین کرو۔کمزوروں اور غریبوں کی مدد سے بڑھ کر کوئی بڑا کام نہیں۔ہم تمہارے ان نیک کاموں سے بہت خوش ہوئے ہیں۔

اور اعلان کرتے ہیں کہ آج سے تم اس سلطنت کے بادشاہ ہو''اسی روز پورے ملک میں خوشی کا جشن منایا گیا۔اور چاند شہزادے کو تاج پہنا دیا گیا۔

نقلی شہزادی

بہت دنوں کی بات ہے کسی ملک پر ایک نیکدل بادشاہ حکومت کرتا تھا۔خدا نے آخری عمر میں اسے ایک چاندسی بیٹی عطا کی تھی۔اس کا نام گلنار تھا۔جب گلنار بڑی ہوئی تو بادشاہ کو اس کی شادی کی فکر ہوئی۔کافی سوچ بچار کے بعد اس نے ہمسایہ ملک کے شہزادے سے اس کی شادی طے کردی۔ابھی چند دن گزرے تھے کہ بادشاہ مرگیا۔اور اس کے بعد اس کی ملکہ حکومت کرنے لگی۔ملکہ کو اپنی بیٹی شہزادی گلنار سے بہت محبت تھی۔اور وہ اسے کسی وقت بھی اپنے سے جدا نہیں کرتی تھی۔لیکن آخر وہ دن آن پہنچا کہ شہزادی کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔وہ اپنے شوہر کے ملک کی طرف جانے کے لئے تیار ہوگئی۔ملکہ نے اسے بہت سی خوبصورت اور قیمتی چیزوں کے علاوہ ریشمی لباس ہیرے جواہرات۔سونے چاندی کے زیورات اور برتن جہیز میں دیئے۔ اور دو گھوڑوں کے ساتھ ساتھ ایک نوکرانی بھی بیٹی کے ہمراہ کردی کہ راستے میں شہزادی کا خیال رکھے۔

وہ گھوڑا جس پر شہزادی سوار تھی بہت ہی تیز رفتار تھا۔یہ گھوڑا اسے اس کی ایک سہیلی نے تحفے کے طور پر دیا تھا۔اس میں خاص بات یہ تھی کہ وہ انسانوں کی طرح بول سکتا تھا۔چلتے وقت ملکہ نے شہزادی کو ایک سنہری پتا بھی دیا اور کہا۔"بیٹی اس پتے کو حفاظت سے رکھنا یہ

تمہارے کام آئے گا۔" پھر ملکہ نے بیٹی کا ماتھا چوما اور خدا حافظ کہا

شہزادی اور نوکرانی شہزادے کے ملک کی طرف چل پڑے۔ابھی انہوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا۔کہ شہزادی کو پیاس لگی۔اس نے نوکرانی سے پانی لانے کو کہا مگر نوکرانی بہت چالاک اور مکار تھی۔اس نے جب دیکھا کہ وہ محل سے بہت دور نکل آئے ہیں۔تو آنکھیں پھیر لیں اور کہنے لگی "میں تمہاری نوکرانی نہیں ہوں تمہیں پیاس لگی ہے۔تو خود جا کر پانی پی آؤ" یہ سن کر شہزادی چپ ہوگئی۔اور ادھر اُدھر پانی تلاش کرنے لگی۔آخر اسے ایک جگہ چشمہ نظر آیا۔وہ بھاگی بھاگی وہاں پہنچی اور چشمے کے ٹھنڈے میٹھے پانی سے اپنی پیاس بجھانے لگی جب وہ وہاں سے چلی تو ملکہ کے دیئے ہوئے سنہری پتے میں سے آواز آئی۔اگر تمہاری ماں یہ جانتی کہ یہ نوکرانی مکار ہے۔اور تمہارے ساتھ دھوکا کرے گی۔تو وہ کبھی تمہیں اس کے ساتھ نہ بھیجتی۔یہ آواز سن کر شہزادی بہت حیران ہوئی اور رو پڑی کہ خدا جانے اب اس کا کیا حشر ہوگا؟ تھوڑی دیر بعد وہ نوکرانی سے آملی۔راستہ کافی لمبا تھا۔اور دھوپ بھی تیز تھی۔چلتے چلتے شہزادی کو دوبارہ پیاس لگی۔اس نے پھر نوکرانی سے پانی لانے کو کہا۔اس پر نوکرانی نے غصے سے کڑک کر پھر وہی جواب دیا۔"میں تمہاری نوکرانی نہیں ہوں۔تمہارے بھی ہاتھ پاؤں ہیں۔خود جا کر پانی پی آؤ" شہزادی پھر اکیلی پانی کی تلاش میں نکلی۔اور جب وہ ایک جگہ پانی پی رہی تھی تو سنہری پتے میں سے پھر آواز آئی۔"اگر تمہاری ماں یہ جانتی کہ یہ نوکرانی مکار ہے اور تمہارے ساتھ دھوکا کرے گی تو وہ کبھی تمہیں اس کے ساتھ نہ بھیجتی۔اس مرتبہ جب شہزادی پانی پی کر واپس آئی تو نوکرانی نے اسے دھکا دے کر نیچے گرا دیا۔شہزادی کے ریشمی کپڑے خود پہن لئے اور اپنے سادہ کپڑے اسے پہنا دیئے۔شہزادی چپ چاپ اپنے گھوڑے پر جا بیٹھی۔

مکار اور نمک حرام نوکرانی نے شہزادی کا بھیس بدل رکھا تھا۔اس نے شہزادی سے کہا ''اگر یہ بات تم نے کسی سے بھی کہی تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔اب تم میری نوکرانی ہو۔اور میں تمہاری شہزادی۔'' یہ کہہ کو وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگی۔بے چاری شہزادی اب نوکرانی کے پھندے میں پھنس گئی۔مجبور ہو کر اس نے وعدہ کر لیا کہ وہ یہ بات کسی کو بھی نہیں بتلائے گی۔اور پھر وہ رونے لگی۔

تھوڑی دیر بعد شہزادے کا ملک آ گیا۔ہر طرف شہزادے کی شادی کی دھوم مچی ہوئی تھی۔تمام ملک خوشی کا جشن منا رہا تھا۔نقلی شہزادی کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔اور اسے بڑی عزت سے محل میں لے جایا گیا۔یوں وہ نوکرانی ایک شہزادی کے روپ میں بڑے ٹھاٹھ سے محل میں رہنے لگی۔ایک دن اس نے شہزادے سے کہا۔کیا آپ میرا ایک کام کر سکتے ہیں؟''

شہزادے نے جواب دیا'' کیوں نہیں۔میں تمہارے لئے دنیا کا بڑے سے بڑا کام کرنے کو تیار ہوں۔بولو کیا چاہتی ہو؟''نقلی شہزادی نے کہا میرے ساتھ جو گھوڑا میری نوکرانی لائی ہے۔اس کا سر کٹوا دیں۔کیونکہ وہ گھوڑا مجھے بالکل پسند نہیں۔''دراصل نقلی شہزادی ڈرتی تھی کہ کہیں وہ گھوڑا اس کا پول نہ کھول دے کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ گھوڑا انسانوں کی طرح باتیں کر سکتا تھا۔

شہزادے نے جلاد کو حکم دیا کہ وہ اس گھوڑے کا کام تمام کر دے چنانچہ جلاد نے ایسا ہی کیا۔ادھر جب شہزادی گلنار کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت دیر تک روتی رہی۔اسے اپنے وفادار گھوڑے سے بہت پیار تھا۔وہ روتی ہوئی جلاد کے پاس گئی اور کہا۔اگر تم گھوڑے کے سر کو شہر کے دروازے پر لٹکا دو۔تو میں تمہیں ایک اشرفی انعام دوں گی۔

اس طرح وہ چاہتی تھی کہ جب کبھی وہ شہر سے باہر جایا کرے گی تو اپنے گھوڑے کا سر بھی دیکھ آیا کرے گی۔چنانچہ اس کے کہنے پر جلاد نے گھوڑے کے سر کو شہر کے باہر دروازے پر لٹکا دیا۔

ایک دن جب وہ شہر کے دروازے پر آئی تو گھوڑے کے سر سے وہی آواز آئی۔جو اس سے پہلے سنہری پتے میں سے آئی تھی۔''اگر تمہاری ماں یہ جانتی کہ نوکرانی تم سے دھوکا کرے گی۔تو وہ کبھی تمہیں اس کے ساتھ نہ بھیجتی۔''اب تو شہزادی روزانہ صبح کے وقت شہر کے دروازے پر جاتی اور گھوڑے کے سر سے باتیں کرتی رہتی۔لوگ جب یہ دیکھتے تو حیران رہ جاتے۔

اڑتے اڑتے یہ خبر بادشاہ کے کان میں بھی پڑ گئی۔وہ بھی یہ سن کر حیران ہوا۔اور ایک روز خود دیکھنے کے لئے گیا۔اور چھپ کر بیٹھ رہا۔اس نے دیکھا کہ ایک سنہری بالوں والی خوبصورت لڑکی' جو شکل وصورت سے کوئی شہزادی معلوم ہوتی تھی۔گھوڑے کے سر سے باتیں کر رہی ہے۔بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا۔مجھے سچ سچ بتاؤ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔''

شہزادی رو پڑی۔اور بولی۔''بادشاہ سلامت!اگر میں نے سچ کہہ دیا تو ماری جاؤں گی'' بادشاہ نے کہا نہیں تم بتاؤ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا''اس پر شہزادی نے رو رو کر اپنی دکھ بھری کہانی سنا دی۔اس نے کہا''میں ہمسایہ ملک کی شہزادی ہوں اور جو آپ کی بہو بنی ہوئی ہے وہ اصل میں میری نوکرانی ہے۔راستے میں اس نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔زبردستی میرا لباس خود پہن لیا اور مجھے اپنا لباس پہنا دیا۔اور یوں آپ سب کو بھی دھوکا دیا۔یہ سر میرے گھوڑے کا ہے جو انسان کی طرح باتیں کرتا ہے اب چونکہ نوکرانی نے شہزادے سے شادی کر لی ہے۔اس

لئے مہربانی کر کے مجھے میری ماں کے پاس بھیج دیں'' بادشاہ نے شہزادی کی دکھ بھی کہانی سنی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ اسے محل میں لے آیا۔اس نے لونڈیوں کو حکم دیا کہ گلنار کو شہزادیوں جیسا لباس پہنایا جائے۔کیونکہ اصلی شہزادی یہی ہے۔اور اس نقلی شہزادی کو قید خانے میں ڈال دیا جائے۔تا کہ اسے دھوکے بازی کا مزا چکھایا جاسکے۔شہزادے کو جب یہ معلوم ہوا تو اسے بھی افسوس ہوا کہ کس طرح ایک مکار نوکرانی نے اس کی ہونے والی دلہن کو پریشان کیا۔اس نے بادشاہ سے کہا کہ ایسی مکار عورت کو موت کی سزا ملنی چاہئے۔اور اس کا سر شہر کے دروازے پر لٹکانا چاہیئے۔تا کہ دوسروں کو دیکھ کر سبق حاصل ہو۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اسی روز شہر کو نئے سر سے سجایا گیا۔اور بڑی دھوم دھام سے شہزادے اور شہزادی کی شادی ہوگئی۔

عقلمند لکڑہارا

کافی عرصے کی بات ہے کہ کسی شہر میں ایک غریب آدمی رہتا تھا۔اس کا نام فضلو تھا۔ فضلو تھا تو غریب لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے عقل کی دولت خوب دی تھی۔وہ ایماندار بھی بہت تھا۔ وہ ہر روز جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا۔فضلو جس ملک میں رہتا تھا۔اس کا بادشاہ بہت لالچی اور خودغرض تھا۔اپنا خزانہ بھرنے کے لئے اس نے اپنی رعایا پر طرح طرح کے ٹیکس لگا رکھے تھے۔ایک دن اس نے لکڑہاروں کو جنگل سے لکڑیاں لاتے دیکھا تو ان پر بھی ٹیکس لگا دیا۔غریب لکڑہاروں کی آمدنی ہی کیا تھی؟

بس مشکل سے زندگی کے دن پورے ہو رہے تھے۔ادھر سے ٹیکس کا یہ نیا بوجھ۔ان کے لئے مصیبت آگئی ٹیکس لگا تو فضلو نے سوچا کہ یہ دھندا چھوڑ کر کوئی اور کام کرنا چاہئے۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی اس نے گھر کا سارا سامان بیچ کر کچھ تربوز خرید لئے اور گدھے پر لاد کر شہر کی طرف چلا تا کہ وہاں یہ تربوز بیچ کر کچھ نفع حاصل کرے۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اسے بادشاہ کے سپاہیوں نے گھیر لیا۔اور ٹیکس ادا کرنے کو کہا۔فضلو کے پاس پیسہ تو کوئی تھا نہیں۔اس نے کچھ تربوز دے کر ان سے جان چھڑائی۔اور آگے چل پڑا۔لیکن ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اسے کچھ اور سپاہی مل گئے۔انہوں نے بھی ٹیکس مانگا۔غرض یہ کہ شہر پہنچتے پہنچتے سارے تربوز ٹیکس میں چلے گئے۔اور فضلو بیچارہ خالی

ہاتھ رہ گیا۔ لے دے کے اس کے پاس صرف تین تربوز رہ گئے۔ اس نے اتنا لمبا سفر کیا تھا۔ اور بھوک سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ اس نے تینوں تربوز کھا لئے اور چھلکے گدھے کے آگے ڈال دیئے۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ لالچی بادشاہ اور اس کے ظالم سپاہیوں پر اسے بہت غصہ آ رہا تھا۔

آخر سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں ایک شاندار ترکیب آ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ وہاں سے اٹھ کر شہر کے باہر قبرستان میں آ گیا۔ اور اس راستے پر بیٹھ گیا۔ جہاں سے لوگ اپنے مردے لایا کرتے تھے۔ جو جنازہ بھی آتا فضلو آگے بڑھ کر حکم دیتا کہ پہلے سرکاری ٹیکس ادا کرو۔ پھر اپنا مردہ دفناؤ۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس دن شہر کے حاکم کی ماں مر گئی۔ اس کا جنازہ بھی جب قبرستان میں آیا۔ تو فضلو نے ٹیکس ادا کرنے کو کہا۔ عام لوگ تو چپکے سے ٹیکس ادا کر دیتے تھے۔ مگر ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور اسی وقت حاکم کو اطلاع دی۔ کہ ایک آدمی مردے دفنانے کا ٹیکس وصول کر رہا ہے۔ حاکم نے اسی وقت اپنے سپاہی بھیج کر فضلو کو بلوا لیا۔ اور غصے بھری آواز میں پوچھا کہ تم ٹیکس کیوں وصول کرتے ہو؟

فضلو نے جواب دیا۔ کہ حضور! جب آپ کی حکومت میں ہر چیز پر ٹیکس ہے۔ تو مردے دفنانے پر کیوں نہ ہو؟ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ کچھ دغا باز لوگ رعایا کو بری طرح لوٹ رہے ہیں۔ حاکم نے پوچھا کہ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ فضلو نے جواب دیا کہ حضور بھیس بدل کر میرے ساتھ چلیں تو میں کل ہی اس بات کا پکا ثبوت دے سکتا ہوں۔ حاکم نے یہ بات مان لی اور دوسرے دن بھیس بدل کر فضلو کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ فضلو نے پہلے کی طرح کچھ تربوز خریدے اور انہیں گدھے پر لاد کر شہر کی طرف چل پڑا۔ رشوت خور سرکاری کارندے تو پہلے

ہی تاک میں بیٹھے تھے۔ جیسے ہی فضلو ان کے پاس سے گزرتا وہ محصول مانگتے۔ اور وہ چند تربوز انہیں دے دیتا۔ یونہی تھوڑی دیر میں سارے تربوز ختم ہو گئے۔ حاکم شہر یہ تمام واقعہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اسے معلوم ہو گیا کہ رعایا واقعی رشوت خور ملازموں اور لالچی بادشاہ کے ہاتھوں لٹ رہی ہے۔ حاکم نے اسی وقت اپنے خاص سپاہیوں کو حکم دیا کہ جو لوگ اس علاقے میں بے گناہ لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔ ان کو فوراً گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ تمام بے ایمان کارندوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور انہیں سخت سزا دی گئی۔

اس کے بعد حاکم نے سارا واقعہ بادشاہ کو سنایا۔ اور اسے خدا کا خوف دلا کر تمام ناجائز ٹیکس معاف کرا دیئے۔ اس کے علاوہ اس نے فضلو کو بھی بہت سارا انعام دیا اور کہا کہ تم نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اگر تم نے ہوتے تو ہمیں ان خرابیوں کا ہرگز پتہ نہ چلتا۔ اور بے ایمان کارندے غریب لوگوں کو اسی طرح لوٹتے رہتے۔ فضلو انعام لے کر گاؤں واپس آ گیا۔ اور ٹھاٹھ سے زندگی گزارنے لگا۔

پانچ سوال

پرانے زمانے میں ایک ملک کی شہزادی نے یہ شرط مقرر کی کہ جو شخص اس کے پانچ سوالوں کا ٹھیک جواب دے گا۔ وہ اس سے شادی کرلے گی۔ کتنے ہی لوگ آتے لیکن ٹھیک جواب نہ دے سکے۔ اور اپنی جانیں گنوا بیٹھے اس لئے اب کوئی اس طرف کا رخ ہی نہ کرتا تھا۔

شہزادی کی عمر کافی ہوگئی تھی۔ لیکن وہ اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔ بادشاہ بہت پریشان تھا۔ کہ کرے تو کیا کرے؟ آخر ایک دن ایسا ہوا کہ ایک مسافر دربار میں حاضر ہوا۔ اور کہا ''بادشاہ سلامت! میں شہزادی کے سوالوں کا جواب دوں گا'' بادشاہ نے کہا ''میاں مسافر! کیوں اپنی جان گنواتے ہو؟ جاؤ کوئی کام دھندا کرو مسافر بولا'' حضور! میری جان کی فکر نہ کریں۔ انشاء اللہ میں بالکل ٹھیک جواب دوں گا'' بادشاہ نے شہزادی کو اطلاع بھجوادی کہ ایک مسافر تمہارے سوالوں کے جواب دینے آیا ہے۔ شہزادی نے پردے کے پیچھے بیٹھ کر مسافر سے کہا ''ایک بزرگ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ اے بزرگ! جب آپ صبح اٹھیں تو جنگل میں جائیں اور پہلی چیز جو بھی نظر آئے اس کو کھالیں۔ دوسری چیز جو آپ کو نظر آئے اسے چھپا دیں۔ تیسری چیز جو سامنے آئے اس کی حفاظت کریں چوتھی چیز کو مایوس نہ لوٹائیں۔ اور پانچویں چیز جو نظر آئے اس کو دیکھ کر بھاگ جائیں'' جب صبح ہوئی تو وہ بزرگ اٹھے اور جنگل میں

پہنچ گئے۔ سب سے پہلی جو چیز نظر آئی وہ پہاڑ تھا۔ وہ پہاڑ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کیونکہ پہلی چیز کھانے کا حکم ملا تھا لیکن ہمت کر کے آگے بڑھے۔ اور جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو وہ ایک چھوٹا سا نوالہ بن گیا۔ انہوں نے اسے آسانی سے کھالیا۔ آگے بڑھے تو سامنے ایک سنہرا تھال نظر آیا۔ انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے حکم ملا تھا کہ دوسری چیز کو چھپا دوں۔ چنانچہ انہوں نے زمین میں گڑھا کھود کر تھال کو دبا دیا۔ لیکن ابھی چند قدم کے فاصلے پر ہی گئے تھے کہ وہ تھال پھر زمین سے اوپر آگیا۔ انہوں نے زیادہ گہرا گڑھا کھودا۔ اور پھر دبا دیا۔ لیکن ابھی وہ فارغ ہی ہوئے تھے کہ تھال پھر زمین سے اوپر آگیا۔ بزرگ نے سوچا کہ میں دوبار حکم کی تعمیل کر چکا ہوں۔ اس لئے اب مجھے آگے چلنا چاہئے وہ آگے بڑھ گئے۔ اب انہوں نے ایک پرندے کو دیکھا کہ وہ باز سے ڈر کر تیزی سے اڑ رہا ہے۔ بزرگ نے اس پرندے کو اپنے کرتے میں چھپالیا۔ اتنے میں باز بھی ان کے پاس آگیا۔ اور کہنے لگا کہ میرا شکار مجھے دے دیں اور مجھے روزی سے مایوس نہ کریں۔ بزرگ نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے حکم ملا تھا۔ چوتھی چیز کو مایوس نہ کروں۔ آخر انہوں نے چاقو لے کر اپنی ران سے گوشت کا ٹکڑا کاٹا اور باز کو دے دیا۔ جب بزرگ آگے بڑھے تو وہاں ایک سڑی ہوئی لاش پڑی تھی۔ وہ اس کو دیکھ کر دور بھاگے۔

اے مسافر! بتاؤ! بزرگ نے جو یہ پانچ چیزیں دیکھیں ان کی اصلیت کیا ہے؟

مسافر کچھ دیر تک غور کرتا رہا۔ پھر بولا! شہزادی صاحبہ! اب اپنے ان سوالوں کے جواب سنئے۔ وہ پہلی چیز جو بزرگ نے دیکھی وہ غصہ ہے جو پہلے زبردست نظر آتا ہے۔ لیکن جب اس کو پی جائیں تو وہ تمام مٹھائیوں سے زیادہ میٹھا ہوتا ہے۔ دوسری چیز جو بزرگ نے کئی بار چھپائی۔ مگر نہ چھپی۔ وہ نیکی ہے کوئی نیکی کو کتنا ہی چھپائے۔ مگر نیکی نہیں چھپ سکتی۔

تیسری چیز جو بزرگ نے دیکھی وہ مظلومی ہے ۔اور مظلوم اور کمزور کی مدد کرنا فرض ہے

چوتھی چیز سخاوت ہے کہ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کی ضرورت پوری کرنی چاہئے ۔ اور پانچویں چیز خیانت ہے کہ اس سے سڑی ہوئی لاش کی طرح دور رہنا چاہے ۔شہزادی ان جوابوں سے بہت خوش ہوئی اور اس نے شرط کے مطابق اس مسافر سے شادی کر لی ۔یوں ایک غریب مسافر اپنی عقلمندی کی وجہ سے شہزادوں کی طرح شاندار زندگی گزارنے لگا۔

بیوقوف گیدڑ

ایک دفعہ ایک کسان اپنے بیلوں کے لئے گھاس کاٹ رہا تھا۔دھوپ سے گھبرا کر وہ ایک جھاڑی کی طرف چلا گیا ۔اور روٹی نکال کر کھانے لگا ۔ابھی اس نے روٹی کھانی شروع ہی کی تھی کہ ایک گیدڑ جھاڑی میں سے نکلا اور کہنے لگا ۔"بھائی کسان ! کیا کر رہے ہو ۔" کسان نے کہا "روٹی کھا رہا ہوں" گیدڑ نے بڑی عاجزی سے کہا "مجھے بھی چکھاؤ روٹی کیسی ہوتی ہے ؟" کسان نے کہا "ضرور چکھو ۔بڑے مزے کی ہوتی ہے ۔یہ لو روٹی" روٹی کھا کر گیدڑ کو بڑا مزا آیا ۔وہ ہونٹ چاٹتے ہوئے بولا ۔سچ روٹی تو بڑے مزے کی چیز ہے ۔ذرا یہ تو بتاؤ یہ کیسے ملتی ہے ۔؟ کسان نے کہا "اچھی بات ہے لو سنو !اس کے لئے پہلے تمہیں زمین تیار کرنی پڑے گی ۔ گیدڑ بولا پھر مجھے روٹی مل جائے گی؟ کسان نے کہا "ذرا صبر کرو ابھی سے روٹی کہاں؟

جب زمین کو اچھی طرح تیار کر لو گے تو"

گیدڑ نے ٹوکتے ہوئے کہا "تو پھر مجھے روٹی مل جائے گی ۔؟ کسان گیدڑ کی جلد بازی سے چڑ گیا ۔بولا " پہلے مجھے پوری بات تو کہنے دو خواہ مخواہ بیچ میں ٹوکتے ہو ۔میاں پہلے تمہیں اناج بونا پڑے گا ۔گیدڑ نے خوشی سے دم ہلا کر کہا ۔اچھا تو تب کہیں روٹی ملے گی ۔؟ کسان نے غصے سے کہا "ابھی کہاں میاں؟ ابھی تو تمہیں فصل کا انتظار کرنا پڑے گا ۔سردی کا

موسم گزرے گا۔تب کہیں اپریل مئی کے مہینے میں فصل تیار ہوگی۔

گیدڑ نے زبان کو چاٹتے ہوئے کہا۔افوہ!بڑا انتظار کرنا پڑے گا۔مگر پھر تو بہت سی روٹیاں مل جائیں گی؟کسان نے گیدڑ کی امیدوں پر پانی پھیرتے ہوئے کہا۔ابھی سے روٹی؟ ابھی تو روٹی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔پہلے فصل کاٹنی پڑے گی۔کاٹ کر گٹھے بنانے ہوں گے۔ پھر انہیں گاہنا پڑے گا۔پھر ہوا میں بھوسہ اڑانا ہوگا۔اس کے بعد چھاج سے پھٹکنا پڑے گا۔گیدڑ بولا۔''تب کہیں جا کر روٹی مل سکے گی؟

کسان نے تیوری پر بل ڈالتے ہوئے کہا بڑے ہی بے صبرے ہو۔اتنی دیر سے یہی رٹ لگائے جاتے ہو۔اب روٹی ملے گی۔تب روٹی ملے گی۔ارے بھئی!ابھی تو غلے کو بوریوں میں بھرنا پڑے گا۔پھر بوریوں کو چکی پر لے جانا ہوگا۔غلہ چکی میں پسے گا تو اس کا آٹا بنے گا۔ گیدڑ نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔''روٹی کے لئے بڑا انتظار کرنا پڑتا ہے۔بس اب تو روٹی مل جائے گی؟کسان نے کہا''میاں!ابھی سے روٹی کہاں؟

پہلے آٹا گوندھنا پڑے گا۔پھر چولہے میں آگ جلا کر اس پر توا رکھنا ہوگا۔جب وہ خوب گرم ہو جائے گا۔تب روٹی پکانا ہوگی۔گیدڑ نے لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔اب تو روٹی تیار ہو جائے گی؟کسان بولا۔ہاں اب روٹی تیار ہو جائے گی۔اور تم اسے مزے سے کھا سکو گے۔

کسان کی یہ باتیں سن کر گیدڑ گہری سوچ میں پڑ گیا۔اور پنجے سے سر کھجانے لگا۔ بولا''بھئی یہ تو اپنے بس کی بات نہیں ایک روٹی کے لئے اتنی محنت؟مجھے تو کوئی آسان سی ترکیب بتاؤ''کسان بولا''اگر محنت کی روٹی کھانا چاہتے ہو تو یہی طریقہ ہے البتہ اگر مفت کے لقمے توڑنا چاہتے ہو تو ایک طریقہ ہے۔سامنے میدان میں چلے جاؤ وہاں ایک گھوڑا گھاس چر رہا ہے اسے

جا کر کھا لو۔بیوقوف گیدڑ خوش خوش دم ہلاتا ہوا گھوڑے کے پاس پہنچا۔بولا''گھوڑے گھوڑے! میں تجھے کھانا چاہتا ہوں''

گھوڑا مسکرا کر کہنے لگا۔بڑی خوشی سے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔مجھے ضرور کھاؤ۔مگر میرے پاؤں میں نعل جڑے ہیں۔پہلے میرے سموں سے لوہے کے یہ نعل تو نکال لو۔ورنہ تمہارے منہ میں گھس جائیں گے۔یہ کہہ کر گھوڑے نے اپنے پاؤں گیدڑ کے منہ کی طرف کر دیئے۔اور جیسے ہی گیدڑ اس کے قریب آیا اس نے ایک زور کی دولتی جھاڑ دی۔اب تو گیدڑ کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔روتا پیٹتا بھاگا۔اتفاق سے راستے میں وہ کسان مل گیا۔جب اسے ساری بات معلوم ہوئی تو اس نے کہا کوئی بات نہیں لیکن تمہیں یہ تو اچھی طرح پتہ چل گیا۔ کہ مفت کی روٹی کیسی ہوتی ہے۔

نیلی بلی

بہت دور ایک شہر میں ایک بہت خوبصرت بلی رہا کرتی تھی ۔اس کی آنکھیں نیلی تھیں اسی لئے اس کا نام نیلی تھا۔نیلی جب بھی بازار سے گزرتی ۔کئی کتے اس کے پیچھے بھاگتے مگر وہ جلدی سے کسی درخت پر چڑھ جاتی اور اس طرح کتوں سے اپنی جان بچاتی ۔ایک دن نیلی کتوں سے اپنی جان بچا کر تیز تیز بھاگی اور پھرتی سے ایک درخت کے تنے پر چڑھ گئی ۔وہ دل ہی دل میں خوش تھی کہ خونخوار کتوں سے جان بچ گئی۔نیلی کو درخت پر چڑھے ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ اچانک ایک بہت بڑی مصیبت آن پڑی ۔ایک دم وہ درخت زور زور سے ہلنے لگا ۔پھر ایک بہت بڑا ہاتھ ظاہر ہوا اور اس نے آنکھ جھپکنے میں نیلی کو گردن سے پکڑ کر زور زور سے گھمایا ۔اور ہوا میں اچھال دیا بیچاری نیلی چکرا گئی ۔اور دھڑام سے زمین پر آگری وہ بے ہوش ہو چکی تھی ۔

کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے کتے اس کے چاروں طرف کھڑے بھونک رہے ہیں ۔اب کیا تھا ؟اس نے تو ڈر کے مارے جھٹ آنکھیں بند کر لیں اور پھر واؤ لگا کر تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگی اور دوبارہ اس درخت کے تنے پر چڑھ گئی درخت پھر زور زور سے ہلا اور ایک بہت بڑے جن کی طرح آہستہ آہستہ چلنے لگا ۔بیچاری آنکھیں بند کئے لرزتی کانپتی بیٹھی رہی ۔یہ درخت اصل میں ایک ہاتھی تھا۔ڈر کر بھاگی تو ہاتھی کے پاؤں کو درخت کا تنا سمجھ کر اوپر چڑھ گئی ۔ہاتھی کو اس پر ترس آ گیا اس نے دل میں سوچا ۔مجھے بیچاری بلی

کی مدد کرنی چاہئے ۔چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ اسے اس کے گھر چھوڑ آئے گا ۔یہ سوچ کر وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا ۔چلتے چلتے وہ ایک جگہ رک گیا ۔اور زوردار آواز میں بولا ۔"بہن !تم ڈرتو نہیں گئی ہو؟ دیکھو ڈرنا بالکل نہیں" نیلی کو سخت حیرت ہوئی کہ درخت ہاتھی کیسے بن گیا ؟ پھر سوچنے لگی چلو !اب ڈرنا کیا؟ جو خدا کو منظور ہوگا ۔ہو جائے گا ۔اس نے ہاتھی کے کان کے قریب جا کر کہا ۔میرے اچھے بھائی ! مجھے معاف کر دو ۔میں غلطی سے تمہارے پاؤں کو درخت کا تنا سمجھ کر اوپر چڑھ گئی تھی ۔اور تمہاری کمر پر بیٹھ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کرتی رہی' ہاتھی بولا ۔نہیں نہیں بہن !اس میں معافی مانگنے کی کیا بات ہے؟ معافی تو مجھے مانگنی چاہئے ۔کیونکہ میں نے غلطی سے تمہیں سونڈ سے پکڑ کر اچھال دیا تھا۔تمہیں کہیں چوٹ تو نہیں لگی ۔نیلی کہنے لگی ۔میاؤں میاؤں نہیں بالکل نہیں ۔میں ٹھیک ٹھاک ہوں ۔ہاتھی بولا ۔بہت خوب ! مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں تمہارے کام آیا ۔اور کتوں سے تمہاری جان بچی" نیلی نے کہا میاؤں میاؤں ! ہاتھی بھائی !تمہارا بہت بہت شکریہ اب تو مجھے نیچے اتار دو ۔میں اپنے گھر چلی جاؤں گی ۔

ہاتھی بولا نہیں بہن ۔میں تمہیں اکیلی نہیں جانے دوں گا ۔خود تمہارے گھر چھوڑ کر آؤں گا ۔ورنہ کتے پھر تمہارا پیچھا کریں گے ۔تمہیں شاید یاد نہیں ۔لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دن تم نے شریر چونٹیوں سے میری جان بچائی تھی ورنہ چیونٹیاں میری سونڈ میں گھس کر مجھے مار ڈالتیں" ارے ہاں مجھے یاد آیا یہ تو بہت دن پہلے کی بات ہے ۔نیلی نے کہا "ہاں لیکن میں اسے بھولا نہیں ۔تمہاری اس نیکی کا بدلہ ہی میں اتارنا چاہتا ہوں ۔اس لئے بے فکر ہو کر بیٹھی رہو ۔

ہاتھی ادھر اُدھر سونڈ ہلاتا ہوا جھوم جھوم کر چلنے لگا ۔اور اس طرح نیلی ایک ملکہ کی طرح بڑے فخر سے ہاتھی پر بیٹھ کر اپنے گھر پہنچی ۔

چیکو میکو

ایک درخت پر دو ننھے منے پرندے رہتے تھے۔ایک کا نام چیکو اور دوسرے کا میکو تھا۔دونوں دن بھر دانہ دنکا چگنے کے بعد اس درخت پر اپنے گھونسلے میں آرام کرتے۔ان دونوں میں بہت محبت تھی۔اس لئے وہ ہر وقت خوش رہتے۔ایک دن چیکو دانہ دنکا چگنے گیا تو ایک جگہ اسے ایک پیسہ نظر آیا۔اس نے جلدی سے چونچ میں اٹھالیا۔اور اپنے گھونسلے میں آگیا۔میکو اس کا انتظار کر رہا تھا۔اسے دیکھتے ہی خوش ہو کر بولا۔''بھائی! آج تم نے بہت دیر کر دی'' چیکو خوش ہو کر بولا۔مجھے دیر ضرور ہوئی۔لیکن آج میں نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔یہ دیکھو'' یہ کہہ کر اس نے میکو کو پیسہ دکھایا اور کہنے لگا۔اب ہم بہت امیر ہو گئے ہیں'' یہ سن کر میکو بھی خوش ہوا۔اور پھر دونوں اپنے گھونسلے میں بیٹھ کر گانے لگے۔آہا جی! اب ہم بہت امیر ہو گئے۔بادشاہ سے بھی زیادہ امیر۔''

اس روز اتفاق سے اس ملک کا بادشاہ شکار کے سلسلے میں وہاں سے گزر رہا تھا۔یہ بادشاہ بہت لالچی اور ظالم تھا۔اس نے جب پرندوں کا یہ گیت سنا تو اپنے وزیر کو بلا کر کہا یہ پرندے کہہ رہے ہیں کہ یہ ہم سے بھی زیادہ دولت مند ہیں۔جاؤ! معلوم کرو کیا واقعی ان کے پاس اتنی دولت ہے؟ یہ حکم سنتے ہی وزیر درخت پر چڑھ گیا اور گھونسلے میں سے پیسا نکال لایا۔

اس نے نہایت ادب سے بادشاہ سے کہا جہاں پناہ! گھونسلے میں تو یہی ایک پیسہ تھا۔''بادشاہ نے جب یہ سنا تو غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا یہ پیسہ فوراً شاہی خزانے میں جمع کرا دیا جائے۔اور ان جھوٹے اور گستاخ پرندوں کو فوراً پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیا جائے۔''بادشاہ کا یہ حکم سنا تو اس کے سپاہیوں نے گھونسلے کے باہر جال پھیلا کر چیکو میکو کو پکڑ لیا۔لیکن عجیب بات تھی کہ وہ اب بھی اسی طرح گا رہے تھے۔آہا جی! ہم بہت امیر ہیں۔بادشاہ سے بھی زیادہ''

ظالم بادشاہ کا خیال تھا کہ جال میں پھنس کر وہ ڈر جائیں گے۔اور رونے لگیں گے۔لیکن جب ایسا نہ ہوا تو غصے سے اس کا برا حال ہو گیا۔اس نے حکم دیا''پانی لاؤ۔ہم ان گستاخ پرندوں کو ابھی ان کی گستاخی کی سزا دیں گے'' نوکروں نے پانی پیش کیا تو بادشاہ بچارے چیکو میکو دونوں کو کچا ہی نگل گیا۔اور اوپر سے پانی پی گیا۔

بادشاہ کی فوج میں ایک عقلمند آدمی بھی تھا۔اس نے کہا''جہاں پناہ! یہ پرندے آپ کے پیٹ کے اندر بھی زندہ رہیں گے۔اور جب آپ بولنے کے لئے منہ کھولیں گے تو نکل کر اڑ جائیں گے۔بات دراصل یہ ہے کہ ان کی یہ خوشی اور زندگی ان کے آپس کے سلوک اور محبت کی وجہ سے ہے۔جو لوگ سلوک اور محبت سے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرتا ہے۔یہ سن کر بادشاہ نے اشارے سے حکم دیا، کہ ہمارے چاروں طرف سپاہی کھڑے ہو جائیں۔اور جیسے ہی پرندے ہمارے منہ سے نکل کر بھاگیں۔فوراً انہیں قتل کر دیا جائے۔اس حکم کی تعمیل میں فوراً سپاہی ننگی تلواریں لے کر بادشاہ کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ بادشاہ کسی بات پر بول پڑا اور چیکو اور میکو پھر سے اس کے منہ سے نکل کر اڑ گئے

بادشاہ کے دائیں بائیں کھڑے سپاہیوں نے جلدی سے دونوں پرندوں پر تلوار کا وار

کیا۔

مگر ہوا کیا؟ایک سپاہی کی تلوار سے بادشاہ کی اپنی ناک کٹ گئی۔ادھر سے چیکومیکو نے جب یہ دیکھاتو خوش ہوکر گانے لگے۔"آہاجی۔بادشاہ کی ناک کٹ گئی۔بادشاہ کی ناک کٹ گئی"

بادشاہ کا یہ حشر کیوں ہوا؟؟اس لئے کہ وہ ظالم اور لالچی تھا۔اور کسی نے سچ کہا ہے۔ لالچ بری بلا ہے۔

عجیب قالین

ہمارے ہمسایہ ملک ایران میں ایک بادشاہ گزرا ہے۔نوشیروان۔جس کے عدل و انصاف کے بڑے چرچے ہیں۔اس کے زمانے میں ایرانی کاریگروں نے بہت سی دلچسپ اور عجیب چیزیں ایجاد کی تھیں۔ان میں سے ایک عجیب وغریب قالین بھی تھا۔جس کا نام بہار تھا۔اس قالین کو تیار کرنے میں کروڑوں روپے خرچ ہوئے تھے۔

ایران میں سال کا بہترین موسم بہار سمجھا جاتا ہے۔بہار کے دنوں میں لوگ باغوں اور جنگلوں کی خوب سیر کرتے ہیں۔بچے، بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں سبھی اس موسم کا لطف اٹھاتے ہیں۔اس موسم کا پہلا دن نوروز کہلاتا ہے۔جسے عید کی طرح منایا جاتا ہے۔

ایک دن نوشیرواں بادشاہ کو خیال آیا کہ دوسرے موسموں میں بھی بہار کا لطف کیوں نہ اٹھایا جائے؟ چنانچہ اس نے اپنے وزیر کو بُلا کر کہا۔ہم چاہتے ہیں کہ خزاں کے موسم میں بھی بہار کا لطف اٹھایا جائے۔کیا یہ ممکن ہے؟

وزیر بہت عقلمند اور سمجھدار تھا۔اس نے فوراً عرض کیا۔جہاں پناہ! آپ جیسا چاہتے ہیں۔ویسا ہی ہوگا۔"وزیر کا یہ جواب سن کر بادشاہ مسکرایا۔جیسا سے وزیر کی بات کا یقین نہ آیا ہو۔ لیکن ایک ہفتے بعد وزیر نے اعلان کیا۔کہ آج دربار میں تمام لوگوں کو بہار کا نظارہ دکھایا جائے گا دیکھتے ہی دیکھتے دربار لوگوں سے بھر گیا۔جب بادشاہ آیا تو خوشی سے ساز بجنے لگے۔اور اسٹیج

سے پردہ اٹھنے لگا۔ جب پردہ اٹھا تو یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے کہ سامنے ایک وسیع وعریض باغ کا منظر تھا۔ جس میں نہریں بہہ رہی تھیں۔ سبز سبز گھاس تھی۔ رنگ برنگے پھول تھے۔ پرندے چہچہا رہے تھے۔ ہرن بھاگ رہے تھے اور مور ناچ رہے تھے۔

''لوگ سکتے میں تھے کہ وزیر نے آگے بڑھ کر بادشاہ سے عرض کیا۔ ''جہاں پناہ! بہار آپ کے انتظار میں ہے۔ اسے قدم چومنے کی عزت بخشئے'' یہ سن کر بادشاہ مسکرایا اور آگے بڑھا جونہی اس نے باغ میں قدم رکھا۔ پردے کے پیچھے سے کئی کنیزیں سونے چاندی کے برتنوں میں خوشبودار شربت اور پھل لئے ہوئے نکل آئیں۔ وہیں بادشاہ کے لئے ایک شاندار تخت بچھا ہوا تھا۔ جس پر بادشاہ بیٹھ کر سیر کا لطف اٹھانے لگا۔

کچھ دیر بعد وزیر نے کہا۔ ''جہاں پناہ! آپ نے دیکھا کہ انسان عقل سے کیا کچھ کام لے سکتا ہے'' بادشاہ نے کہا ''تم سچ کہتے ہو، ہمیں تمہاری دانائی پر فخر ہے۔ تم نے واقعی خزاں کے موسم میں بہار کا سماں پیدا کر دیا ہے۔ اور اس طرح ہمارے خواب کو حقیقت کا روپ دے دیا ہے''

وزیر نے ادب سے جھک کر کہا ''جہاں پناہ! آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں۔ یہ اصل نہیں بلکہ نقل ہے۔ یہ سارا منظر ایک قالین پر بنایا گیا ہے۔ اور اس کے لئے ملک کے بہترین کاری گروں نے رات دن کام کیا ہے۔ چونکہ اس قالین پر بہار کا موسم دکھایا گیا ہے۔ اس لئے اس کا نام بھی بہار رکھا گیا ہے۔''

یہ باتیں سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور اس نے حکم دیا کہ اس عجیب وغریب اور قیمتی قالین کو اچھی طرح حفاظت سے رکھا جائے۔ اور خاص خاص موقعوں پر اسے دربار میں بچھایا

جائے۔ چنانچہ یہ قالین اس وقت تک محفوظ رہا۔ جب تک عربوں نے ایران کو فتح نہیں کر لیا۔